نفسیاتی کیس ہسٹری پر مبنی منٹو کا افسانہ مس ٹین والا اور منٹو کی نفسیات دانی

فرحان کامرانی

سعادت حسن منٹو کا نام اردو ادب میں کسی تعارف کا محتاج نہیں[۱]۔ منٹو نے محض ۴۲ سال کی زندگی پائی مگر وہ اپنے انتقال کے ۶۹ سال بعد بھی ادبی اور عوامی حلقوں میں موضوعِ بحث رہتا ہے[۲] اور وہ ایسا واحد ادیب ہیں کہ جس کی زندگی پر پاکستان[۳] اور بھارت[۴] میں فلمیں بن چکی ہیں۔ علم نفسیات سے منٹو کی دلچسپی اور خصوصاً بابائے نفسیاتِ جدید سگمنڈ فرائیڈ سے اس کی دلچسپی گو کہ تحریروں سے جھلکتی ہے مگر اس کا کوئی اعتراف یا تذکرہ خود منٹو کی زبان سے نہیں ملتا۔ یہ مقالہ منٹو کے ایک افسانے مس ٹین والا کا تجزیہ کرنے کی ایک کوشش ہے اور اِس کا مقصد ناصرف اس افسانوی کیس اسٹڈی میں موجود فرائیڈ کی کیس اسٹڈیز کی جھلک کو ظاہر کرنا ہے بلکہ منٹو کے تصور نفسیات اور اس کے خواص و نقائص کو واضح کرنا بھی ہے۔

مس ٹین والا افسانے کا تعارف اور خلاصہ

اولاً منٹو کا یہ افسانہ تقسیم ہند سے قبل اس کے افسانوی مجموعے چغد میں شایع ہوا[۵]۔ سنگ میل پبلیکیشنز نے میں منٹو کی تمام تحریروں کو چار کتب میں جمع کر دیا ہے جن کے نام ہیں، منٹو نامہ[۶]، منٹو رامہ[۷]، منٹو کہانیاں[۸] اور منٹو باقیات[۹]۔ منٹو کی تحریریں اب انٹرنیٹ پر بھی بہت سی ویب سائٹس پر موجود ہیں جن میں ریختہ[۱۰] سر فہرست ہے۔

منٹو کے اس افسانے میں منٹو خود ایک کردار کی طرح موجود ہے۔ یعنی ظاہر یہ کیا گیا ہے کہ یہ دراصل یہ ایک افسانہ نہیں بلکہ حقیقی واقعہ ہے۔ منٹو کے افسانوی مجموعوں میں ایسی کئی دیگر مثالیں بھی موجود ہیں کہ جن میں منٹو خو بحیثیت کردار موجود ہے اور ظاہر یوں کیا گیا ہے کہ بیان کوئی حقیقی واقعہ ہو رہا ہو۔ آج کی تاریخ میں اس بات کو جاننا عملاً ناممکن ہے کہ اُن میں سے کتنے افسانے دراصل حقیقی واقعات کا بیان تھے اور کتنے کہانی ہی تھے۔ مصنف کی رائے میں ایسے افسانے حقیقی واقعات بھی ہو سکتے ہیں اور کہانیاں بھی۔ مگر چاہے وہ حقیقی واقعات یا ان سے متاثرہ کہانیاں بھی ہوں پھر بھی وہ مصنف کی اپنی نفسیات کے بارے میں بہت کچھ بتاتے ہیں۔ اِس لیے کہ کسی بھی حقیقی واقعے کا

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ نفسیات، جامعہ کراچی۔

چناؤ بھی تو مصنف کی مرضی سے ہی ہوتا ہے۔ اور پھر اس کو جس طور سے بیان کیا جاتا اس میں بھی مصنف کے شعوری ولاشعوری عوامل شامل ہوتے ہیں۔

مس ٹین والا بھی ایک ایسا ہی افسانہ ہے۔ کہانی کچھ یوں ہے کہ منٹو کا دوست زیدی اُس کے یہاں آتا ہے اور اس کو اپنی ایک نفسیاتی الجھن بتاتا ہے۔ اس خیال سے کہ منٹو علم نفسیات سے علاقہ رکھتا ہے اور وہ زیدی کی نفسیاتی گتھی کو سلجھا سکے گا۔ الجھن یہ ہے کہ زیدی دن رات ایک بلے سے ڈر رہا ہے۔ وہ بلا بے حس ہے، اس پر مار پیٹ کا بھی کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ وہ بس زیدی کے گھر میں گھس آتا ہے زیدی اُس سے شدید خوف شکار ہے۔ منٹو اس کے خوف کی تشریح کرنے کی کچھ نہ کچھ کوشش کرتا ہے۔ پھر کچھ دن بعد منٹو اور اُس کی بیگم زیدی کے گھر دعوت پر جاتے ہیں اور اتفاق سے وہی بِلّا تب زیدی کے گھر میں آن وارد ہوتا ہے۔ منٹو کی بیگم اُس بلے کو غنڈہ کہہ دیتی ہیں اور اِس سے زیدی کے ذہن میں اچانک اسکول کے دور کے ایک غنڈے کا خیال آجاتا ہے جو کہ اپنے اطوار میں اِس سے ہی مشابہ تھا اور زیدی کے ساتھ جنسی زیادتی کی بھی کوشش کر چکا تھا۔ دراصل زیدی اس بلے سے نہیں بلکہ اپنے ماضی کے کردار "مس ٹین والا" سے ڈر رہا تھا۔ یہاں یہ افسانہ ختم ہو جاتا ہے۔

افسانہ یا نفسیاتی کیس ہسٹری؟

یہ افسانہ فرائیڈ (Sigmund Freud) کی کتب میں موجود کیس ہسٹریز سے بہت مشابہ ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ فرائیڈ نے صرف کیس ہسٹریز نہیں لکھیں۔ اس نے نظریاتی کتب بھی لکھی ہیں جن میں کہ اس نے اپنے نظریہ ہائے نفسیات پیش کیے ہیں یا اُن کی تشریح کی ہے۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ جہاں اُس نے خالص کیس ہسٹری بھی تحریر کی ہے وہاں بھی یہی خیال ہی پیش نظر ہے کہ کسی نفسیاتی مریض کے علاج کے بیان سے اپنے نظریات کو واضح یا ثابت کیا جائے۔ اسی کی ایک مثال ڈانیل پال شریبر (Daniel Paul Schreiber) کے پیرانویا (Paranoia) کے کیس کا تجزیہ بھی ہے''۔ فرائیڈ صرف شریبر کی کتاب کا تجزیہ اُس کے مرض کو جاننے کے لیے نہیں کر رہا بلکہ وہ اس کے زریعے پر پیرانویا کے حوالے سے اپنے نظریہ تحلیل نفسی کو واضح کر رہا ہے اور اس کے ثبوت فراہم کر رہا ہے۔

مس ٹین والا اپنی ہیئت اور مواد دونوں ہی اعتبار سے بالکل فرائیڈ کی تحریر کردہ کیس ہسٹریز کی طرح ہے۔ اس اعتبار سے یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ یہ افسانہ اردو زبان میں لکھی پہلی کیس ہسٹری ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ یہ طویل اور تفصیلی نہیں اور اس کا انجام مکمل نہیں معلوم ہوتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ افسانے کے قالب میں ہے۔ بہت طولانی ہو تو افسانہ کیسے رہے اور انجام گو کہ ظاہری طور پر نامکمل ہے لیکن کیوں کہ تحلیل نفسی میں مسئلہ کی وجہ کو جان لینا

ہی بڑی حد تک علاج ہو تا ہے اس لیے کہانی میں مریض کے کردار کا اپنے مسئلے کو جان لینا دراصل اس کیس ہسٹری کو مکمل کر دیتا ہے۔

فوبیا کا افسانوی علاج

مسں ٹین والا ویسے تو ایک افسانہ ہے لیکن بالکل فرائیڈ کی کسی کیس ہسٹری کا حصہ معلوم ہوتا ہے افسانے کا موضوع ایک شخص کا نفسیاتی مسئلہ ہے۔ علاج کی کوشش میں وہ منٹو کے پاس آتا ہے۔ یعنی منٹو خود کو اس افسانے میں نفسیاتی معالج کا کردار دے رہا ہے۔ مگر یہاں دلچسپ بات یہ ہے کہ منٹو کا رویہ بالکل بھی کسی نفسیات دان کا سا نہیں معلوم ہوتا۔ وہ مریض پر سوالات کی بوچھاڑ کر دیتا ہے، مذاق کرتا ہے، مسکراتا ہے یہ تمام طریقے فرائیڈ کے طریقہ کار سے بالکل متضاد ہے۔ بلکہ وہ تو افسانے میں اپنے دوست کی الجھن کو سمجھ ہی نہیں پاتا اور مسئلے کا حقیقی ادراک بھی منٹو کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی بیگم کے ایک اتفاقی جملے کی وجہ سے ہوتا ہے تو یوں کہا جا سکتا ہے کہ منٹو خود کو ایک روایتی نفسیات دان کا کردار دینے سے کترا رہا ہے۔ مگر اس نے افسانے میں موجود مریض کو تحلیل نفسی کے عین مطابق نیوراٹک (Neurotic) کا کردار دے رکھا ہے۔ یعنی یہاں نکتے کی بات یہ ہے کہ کہانی میں مریض تو مکمل ہے لیکن معالج نامکمل ہے۔ کیا ایسا اس لیے کہ منٹو علم نفسیات یا تحلیل نفسی سے واقفیت نہیں رکھتا تھا؟ ایسا بالکل بھی نہیں اس لیے کہ پھر وہ نیوروسس (Neurosis) کا اتنا مکمل تصور اور علاج کے بابت اتنی اہم بات کیسے اپنے افسانے میں دکھا سکتا ہے؟

گو کہ کہانی میں مریض کی علامات کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے مگر کہیں بھی منٹو اس بیماری کا نام نہیں لیتا۔ منٹو تو ایک طرف خود مریض بھی کہانی میں اپنی بیماری کو کوئی نام نہیں دے رہا۔ یہ بات بہت عجیب ہے اس لیے کہ کہانی میں مریض کوئی غیر تعلیم یافتہ شخص نہیں اور معالج یعنی منٹو کے پاس تو وہ آیا ہی اسی لیے کہ وہ علم نفسیات کی آگاہی رکھتا ہے مگر معالج اور مریض ایک مرتبہ بھی بیماری کا نام نہیں لیتے۔ یوں لگتا ہے کہ منٹو اپنی علم نفسیات کی معلومات کو کتابی نہیں بلکہ اصل انسانوں سے حاصل ہونے والے تجربات کا نتیجہ ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ اسی لیے وہ علمی اصطلاحات سے، نفسیات دان کے سے کردار سے بلکہ ایسے اشارے سے بھی بچ رہا ہے جو کہ یہ ظاہر کرے کہ اس کی یہ معلومات فرائیڈ کی کسی کتاب کے مطالعے کا ثمر ہے کسی حقیقی تجربے کا پھل نہیں۔

مگر پھر بھی کہانی جب تھوڑی آگے بڑھتی ہے تو منٹو اپنی تحلیل نفسی کی واقفیت کو بہت ہی سادہ انداز میں ظاہر کر کے زیدی کو ایک سوچ کا رخ دے دیتا ہے۔ منٹو کا جملہ ملاحظہ کریں:

یہ بالکل واضح تھا کہ اس بلے کے وجود میں زیدی کی زندگی کا کوئی بہت ہی اذیت دہ لمحہ پوشیدہ تھا۔ ایسا لمحہ جو اسے اب بالکل یاد نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا، ”زیدی تمہارے ماضی میں کوئی ایسا حادثہ تو نہیں جس سے تم اس بلے کو متعلق کر سکو۔ میرا مطلب ہے کوئی ایسی چیز، کوئی ایسا واقعہ جس سے تم نے خوف کھایا ہو اور اس چیز یا واقعے کی شباہت اس بلے سے ملتی ہو؟“ یہ کہہ کر میں نے سوچا کہ واقعے کی شباہت بلے سے کیسے مل سکتی ہے۔[۱۲]

کہانی میں موجود کردار زیدی کی بیماری کو آج کی اصطلاح میں ”اسپیسیفک فوبیا“ (Specific Phobia) ہے اور منٹو نے بہت ہی سادہ سے انداز میں (اور نام لیے بغیر) اس کے پیچھے ”ٹرانس فیرنس“ کو وجہ بتایا ہے۔ یہ بالکل فرائیڈ کے تحلیل نفسی کے نظریے کے عین مطابق وجہ ہے۔ یعنی اس کیس ہسٹری کو تحریر کرتے ہوئے منٹو بھی بالکل فرائیڈ ہی طرح تحلیل نفسی کو ایک نفسیاتی بیماری کے بیان سے ثابت کر رہا ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ٹرانسفیرنس (Transference) کیا ہے؟ ’ٹرانسفیرنس‘ دراصل ایک ایسا عمل ہے کہ جب انسان لاشعوری طور پر اپنے ماضی کے کسی اہم رشتے کو حال میں موجود کسی چیز میں محسوس کرنے لگتا ہے اور جو بھی جذبہ اس رشتے سے منسلک تھا اسے حال میں محسوس کرنے لگتا ہے[۱۳]۔ زیدی لڑکپن میں ”مس ٹین والا“ سے ڈرتا اور نفرت کرتا تھا حال میں وہ ایک بلے سے بالکل اسی طرح ڈرنے اور نفرت کرنے لگتا ہے۔ ماضی حال میں موجود کسی مشابہت میں زندہ ہو جاتا ہے۔ ’ٹرانسفیرنس‘ بہت سی نفسیاتی بیماریوں کی وجہ ہو سکتا ہے اور ان میں فوبیا بھی شامل ہے۔

منٹو جب اپنے افسانے میں اتنے بہتر طور پر ’ٹرانسفیرنس‘ کو دکھا رہا ہے تو اس سے واضح ہے کہ وہ تحلیل نفسی کے نظریات سے بہت گہرائی سے واقف تھا اور اس دور میں ایسی واقفیت صرف کتب کے مطالعے سے ہی حاصل ہو سکتی تھی اس لیے کہ اس ضمن میں معلومات کا کوئی اور ذریعہ موجود نہ تھا اور ماہرین نفسیات بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔ یعنی منٹو تحلیل نفسی کو پڑھتا تھا۔ مگر دل چسپ بات یہ ہے کہ نفسیاتی مسائل کی اتنی آسان اور کتابی مثالیں تو مریضوں میں نظر نہیں آتیں نہ ہی اتنے سہل انداز میں لاشعور میں چھپی وجوہات ہی اچانک شعور میں آ جاتی ہیں۔ خصوصاً اہم پہلو یہ بھی ہے کہ مریض اس قدر خوف کا شکار تھا کہ افسانے کے شروع میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی آنکھوں میں خوف سے مستقل جاگنے سے حلقے پڑ گئے تھے اور اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ

ایک مریض جو کہ ایک بلّے میں اپنے ماضی کے ایک کردار کی مشابہت سے تو اتنا خوفزدہ ہے مگر جب اچانک یہ بات اُس کے شعور میں وضح ہوتی ہے تو وہ بغیر ہکلائے بغیر رکے مس ٹین والا کا مکمل بیان کرنے لگتا ہے۔

یہ بات ایک فوبیا کے مریض سے کافی بعید ہے مگر منٹو ایک بہت سادہ انداز میں ایک بہت پیچیدہ نفسیاتی تصور کو افسانے میں برت رہا ہے۔ صرف یہی نہیں، وہ خود کو ایک علم نفسیات کا ماہر دکھانا چاہ بھی رہا ہے اور اس سے بچ بھی رہا ہے۔ بچ ایسے رہا ہے اور اُس کا انداز بھی بالکل نفسیاتی معالج کا نہیں لیکن ظاہر ہے کہ افسانہ منٹو نے لکھا ہے تو ثابت یہ بھی ہو رہا ہے کہ منٹو علم نفسیات کی گہری آگہی رکھتا ہے۔

اس افسانے کی مدد سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ منٹو کی نفسیات دانی کافی کتابی قسم کی ہے اور اس دور میں کیوں کہ فرائیڈ کی تحلیل نفسی ہی سب سے قوی نفسیاتی تحریک تھی اس لیے اس کی ہی واضح چھاپ منٹو کے نفس انسانی کے تصور میں بھی جھلکتی ہے۔ مگر منٹو کی کوشش یہ ہے کہ وہ اپنی نفسیات سے اس واقفیت کو انسانی تجربہ کا ثمرہ دیکھائے نہ کہ کسی کتاب میں پڑھی بات کا نتیجہ۔ مگر اس کوشش کے باوجود بھی یہ بات چھپتی نہیں ہے۔

فرائیڈ کے مطابق انسان کے نفسیاتی مسائل کی وجہ اُس کے لاشعور میں دبی چیزیں ہوتی ہیں۔ ان لاشعوری چیزوں کو انسان خود ہی دبا کر کچل کر ان سے اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اس چیز کو فرائیڈ کی اصطلاح میں ریپریشن (Repression) کہا جاتا ہے۔ مگر لاشعور میں موجود مواد اس کی جان نہیں چھوڑتا اور اپنی شکلیں بدل بدل کر شعور میں آنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہ ہی بدلی ہوئی شکلیں بہت سی نفسیاتی بیماریاں ہیں۔ علاج فرئیڈ کے یہاں صرف ایک ہے کہ اپنے لاشعور کے ساتھ ایک بہتر تعلق استوار کیا جائے یعنی لاشعوری مواد کو خود سے شعوری بنایا جائے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر جبلی خواہش پر فوراً عمل کر لیا جائے۔ لیکن اس کا ادراک حاصل کر لیا جائے یہ ہی بیماری کو ختم کر سکتا ہے۔

مسں ٹین والا میں بھی یہی ہوتا ہے۔ یعنی زیدی جان لیتا ہے کہ اس کا ڈر دراصل اس بلّے سے نہیں بلکہ ڈر کی وجہ مس ٹین والا ہے۔ کہانی بس اس بات کے زیدی کے شعور میں آجانے پر ہی ختم ہو جاتی ہے۔ یعنی اگر دیکھا جائے تو یہ کہانی تحلیل نفسی کے نظریے کے حساب سے مکمل ہے۔

منٹو بحیثیت نفسیات دان ادیب

سعادت حسن منٹو کی ادبی حیثیت پر گفتگو یقیناً اہل ادب و تنقید کا کام ہے اور اس پر کافی تفصلی کام منٹو کی زندگی سے آج کے دن تک ہو چکا ہے اور جاری بھی ہے۔ مگر منٹو کی نفسیات دانی خالص علم نفسیات کے تناظر میں کم ہی زیر

بحث آئی ہے۔ یہ مقالہ ایسی کی ایک کوشش ہے کہ منٹو کے علم نفسیات کے حوالے سے تصورات اور ان فکری ڈانڈوں کو تلاش کیا جائے اور یہ واضح کیا جائے کہ منٹو کی اس حوالے سے تفہیم کتنی درست یا غلط ہے۔

مسس ٹین والا افسانے کا چناؤ اس حوالے سے اس لیے کیا گیا کہ منٹو کی دیگر تحریروں کے مقابلے میں یہ افسانہ مکمل طور پر ایک نفسیاتی کیس ہسٹری کی طرح ہے اور نا صرف اس کی ہیئت بالکل فرائیڈ کے مقالہ جات سے مشابہہ ہے بلکہ اس کا مواد بھی بالکل اسی نوع کا ہے۔ جو باتیں اس تجزیے سے ظاہر ہوتی ہیں وہ ذیل میں نکات کی صورت میں پیش کی جاتی ہیں؛

۱۔ منٹو فرائیڈ کی تحلیل نفسی کے تصورات سے واقفیت رکھتا تھا اور جو کیس ہسٹری کا انداز اس افسانے میں ہے تو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً فرائیڈ کی تحریر کردہ کیس ہسٹریز بھی اس کے مطالعے میں رہی تھیں۔

۲۔ منٹو اپنی تحریر میں اس بات کو مستقل چھپانے کی بھی کوشش کرتا تھا کہ اس کو علم نفسیات کی کتابی آگہی حاصل ہے۔ وہ اسے کچھ اسی طرح ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ جیسے یہ بس اس کے تجربات سے حاصل شدہ خیالات ہیں اور کتابی علم نہیں۔

۳۔ منٹو نفسیاتی مسائل کی بہت یک رخی تفہیم رکھتا تھا جس تفہیم میں ایک مسئلہ، ایک وجہ، ایک حل جیسی آسان کلیہ سازی پائی جاتی تھی۔ یہ کیفیت ایک سادہ ذہنیت کو ظاہر کرتی ہے جس میں زیادہ پیچیدگی نہیں ہے۔

۴۔ منٹو کے فرائیڈ اور تحلیل نفسی سے دل چسپی سے بہت حد تک اُس کے افسانوں میں جنسی موضوعات کی کثرت کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے۔ مگر یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ فرائیڈ کے یہاں جنس صرف اپنی خام شکل میں ہی نہیں بلکہ اپنی ارتقا شدہ شکلوں بھی قابل توجہ ہے اور فرائیڈ جنسی جبلت کو تہذیب کے اعلیٰ ترین مظاہر میں اپنی ارتقائی صورتوں میں موجود دیکھتا ہے جبکہ منٹو کی توجہ جنس کے خالص اور خام مظاہر کے بیان پر ہی رہی۔ غالباً یہ بھی فریئڈ کی خام تفہیم کا ہی شاخسانہ ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ /https://www.rekhta.org ریختہ۔ ۲۰۲۴

۲۔ /https://ur.wikipedia.org/wiki سعادت حسن منٹو، وکی پیڈیا۔ ۲۰۲۴

۳۔ سرمد سلطان کھوسٹ، منٹو، (اے اینڈ بی انٹرٹینمنٹ، لاہور پاکستان، ۲۰۱۵)

۴۔ نندیتا داس، منٹو، (ایچ پی اسٹوڈیوز، ممبئی بھارت، ۲۰۱۸)

۵۔ سعادت حسن منٹو، چغد (ٹائمز پریس نئی دہلی بھارت، ۱۹۹۱)

۶۔ ______، منٹو نامہ، (سنگ میل پبلی کیشنز لاہور پاکستان، ۱۹۹۰)

۷۔ _____،منٹو راما،(سنگ میل پبلی کیشنز لاہور پاکستان،۱۹۹۰)

۸۔ _____،منٹو نما،(سنگ میل پبلی کیشنز لاہور پاکستان،۱۹۹۰)

۹۔ _____،منٹو باقیات،(سنگ میل پبلی کیشنز لاہور پاکستان،۱۹۹۰)

۱۰۔ https://www.rekhta.org/. ۱۰۔ریختہ۔۲۰۲۴

۱۱۔ رابرٹ۔بی ایون(Robert B Ewen)، An introduction to the theories of personality،(لندن: سائیکولوجی پریس، ۲۰۱۴)
۱۱۔۴۶

۱۲۔ https://www.rekhta.org/. ۱۲۔ریختہ۔۲۰۲۴

۱۳۔ رابرٹ۔بی ایون،۱۱۔۴۶

Abstract

This paper attempted to analyse Munto's short story "Mis Teen Wala" and to show the similarities of Freud's case studies with it. This paper also to explore his concept of human psychology.

He was familiar with concepts of psychoanalysis, and the similarity of this short story with Freud's case histories suggest that he read them. In his writings he tried to hide that his knowledge is inspired by reading psychological literature. He wanted to present that he gained these insight from his experiences and not form some books.

He had a very one-sided understanding of psychological problems in which there was a simple formula “one problem, one cause, and one solution.” This shows a simple mentality without much complexity.

His interest in psychoanalysis also largely explains the abundance of sexual themes in his short stories. But psychoanalysis focuses not only on the raw form of sex but also its elevated (sublimated) forms that are manifest in all civilization, while Munto's attention in sex remained on the description of its raw and crude sexuality. Perhaps this is also a reflection of lack of understanding of complex psychoanalytic concepts on Munto’s part.

Keywords: Munto, Mis Teen Wala, Freud's case studies, psychology